عدل و انصاف اور ملکی استحکام

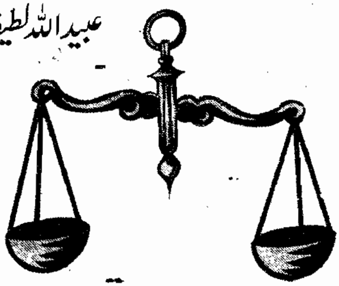

عبید اللہ لطیف

کسی بھی ملک کے استحکام، ترقی اور خوشحالی کے ساتھ مہذب پن کا جائزہ لینا ہو تو اس ملک کے تین بڑے اداروں انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کی کارکردگی کو جانچ لینا ہی کافی ہے۔

وطن عزیز پاکستان جو لاکھوں قربانیوں کے عوض حاصل ہوا تھا، کہ اس میں اسلامی تعلیمات کی پاسداری ہوگی، اسلام کا بول بالا ہوگا۔ صد افسوس اس ملک میں اسلامی نظام کی بجائے کافروں کے نظاموں کو ترجیح دی جانے لگی اور وطن عزیز کے ہر ادارے میں اسلام دشمنوں، وڈیروں اور جاگیرداروں نے قبضہ کر لیا ہے۔ جس کے نتیجے میں ملک میں بدامنی، بے حیائی، عریانی و فحاشی، کرپشن، لوٹ مار، مہنگائی عام ہوگئی۔ غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہونے لگا۔ انتظامیہ نے عوام کو تحفظ دینے کی بجائے خود لوٹ مار شروع کر دی۔ اگر ایک طرف ڈاکو چوراہوں اور سڑکوں پر ناکہ لگا کر بیٹھے ہیں تاکہ راہگیروں کو لوٹ سکیں تو دوسری طرف پولیس والے بھی جگہ جگہ پر ناکہ لگائے ہوئے عوام کی خون پسینے کی کمائی مختلف حیلوں بہانوں سے رشوت میں لوٹ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ گزشتہ دنوں فیصل آباد میں 2 نوجوان اپنے بھائی کی وفات پر کفن وغیرہ کا سامان لانے کے لیے موٹر سائیکل پر تھے تو پولیس والوں نے مکمل کاغذات ہونے اور اپنی مجبوری بیان کرنے کے باوجود ان کو بغیر رشوت لیے نہ جانے دیا۔

اگر مقننہ کی صورتحال دیکھیں تو وہ بھی اس سے بھی بدتر نظر آتی ہے کہ جس اسمبلی میں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے قانون سازی کی جانی چاہیے تھی اور اسلامی قوانین پر عملدرآمد کروانے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے تھا، آج اسی اسمبلی میں علماء کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود تحفظ خواتین ایکٹ کے نام پر غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ایسا قانون بنایا جاتا ہے جس کے ذریعے ملک میں زنا اور بدکاری کے ساتھ ساتھ کنجر کلچر

بھی عام ہوا اور اس ملک کا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ نہیں بلکہ یورپی معاشرے میں ڈھالا جا سکے۔ اور پھر یہی گریجوایٹ اسمبلی ہے کہ جس میں سرعام گالیاں اور عورتوں سے نازیبا اور ذومعنی فقرے بولے جاتے ہیں۔

اگر عدلیہ کی کارکردگی کا جائزہ لیں تو یہاں بھی یہی نظر آتا ہے کہ عدلیہ حکمرانوں کے گھر کی لونڈی کا کردار ادا کرتی نظر آتی ہے ماسوائے چند فیصلوں کے اگر آ جا کر ایک چیف جسٹس نے سوموٹو ایکشن کے تحت عوام کو ریلیف دینا چاہا اور کچھ ایسے فیصلے کر دیئے جو صاحب بہادر اور اس کے چیلوں کے مزاج گرامی پر گراں گزرے تو فوری طور پر صاحب بہادر جو بُش کے ایک ٹیلی فون پر بھیگی بلی بن گئے نے چیف جسٹس کے خلاف کمانڈو ایکشن کر ڈالا جس کے نتیجے میں آج ملک اس حالت میں پہنچ چکا ہے کہ ملک کے کونے کونے سے حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہو چکی ہے اور اسی صدائے احتجاج کو بلند کرنے کے لیے مسٹر اطاف حسین نے اپنے جنگلی جانوروں کو حکم دے کر ۱۲ مئی کو انسانوں کا قتل عام کیا اور دوسری طرف اسلام آباد میں صاحب بہادر اور اس کے چیلے ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے نظر آئے۔ جب ان انسانوں کے قتل کی تحقیقات کی بات ہوتی ہے، حکمرانوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ ہم تحقیقات نہیں کریں گے۔

جنرل مشرف صاحب بار بار یہ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ اقتدار دیا ہے میں کیوں چھوڑوں۔ تو انہیں ذرا اپنے اسلاف کی تاریخ بھی یاد رکھنی چاہیے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ایک سنہری دور تھا۔ وہی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر میرے دورِ خلافت میں ایک کتا بھی پیاسا مر گیا تو کل عمر کو جواب دہ ہونا پڑے گا۔ لیکن شاید جناب صدر اور ان کے حواریوں کے لیے انسانوں کی قدر و قیمت ایک آوارہ کتنے کے بھی برابر نہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک مسلمان کی عزت بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے۔

اس موقع پر مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور قول یاد آ گیا کہ شاید وہی قول ہمارے ناعاقبت اندیش حکمرانوں اور ان کے چیلوں کی آنکھیں کھول دے۔ جناب عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں ''ملک لشکر کے بغیر نہیں لشکر مال کے بغیر نہیں، مال شہروں کے بغیر نہیں، شہر عوام کے بغیر نہیں اور عوام انصاف کے بغیر نہیں۔''

مسلمانوں کے سنہری دور میں ترقی کے اسباب میں سے ایک سبب عدل وانصاف کی فراہمی بھی نظر آتی ہے۔ جس کی مثال اسی ایک واقعہ میں موجود ہے جو مشہور مصنف علی طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قصص

من التاریخ میں اور مولانا عبدالمالک مجاہد اپنی کتاب سنہرے فیصلے میں لائے ہیں کہ جب مسلمانوں نے سمرقند فتح کیا تو سمرقند کے بڑے کاہنوں نے ایک پڑھے لکھے اور بہادر نوجوان کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔ جب وہ نوجوان دمشق پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز مسجد کے پڑوس میں ایک گلی میں سادہ سے گھر میں رہائش پذیر ہیں۔ نہ ہی داروغے نہ دربان ہے کہ جسے خوش کر کے یا رشوت دے کر خلیفہ سے ملاقات کی جاسکے۔ (آج کل تو کسی ادارے کے کلرک کو ملنا ہو تو گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے)۔ اس نوجوان نے خلیفہ کے سامنے سمرقند کے بڑے کاہنوں کا پیغام پہنچایا تو خلیفہ نے ایک کاغذ پر چند الفاظ لکھ کر اس کے حوالے کر دیئے اور کہا جا کر اس کاہن کو دینا۔

جب وہ نوجوان سمرقند پہنچا تو خلیفہ کا پیغام قاصد تک پہنچایا جسے پڑھ کر کاہن نے قاضی شہر کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی شہر نے فوری طور پر قتیبہ بن مسلم جو مسلمانوں کے فاتح سپہ سالار تھے کو بلایا اور اس مسلم کاہن کو بھی۔ دونوں کا مؤقف سنا تو قتیبہ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ واقعی ہم نے یہ شہر بغیر اعلان جنگ کیے اور بغیر اسلام کی دعوت دیئے دھوکے کی چال چل کر فتح کیا ہے۔ اس پر قاضی نے فوری فیصلہ فرمایا کہ اسلام کسی پر ظلم کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ظلم کو مٹانے کے لیے آیا ہے۔ لہٰذا فوری طور پر شہر کو خالی کر دیا جائے اور دوبارہ اعلان جنگ کر کے دعوت اسلام پیش کر کے یا جذیہ لے کر کے ملک پر قابض ہوں۔ اگر دونوں صورتیں اہل شہر کو قبول نہ ہوں تو تب جنگ کی جائے۔ یہ سننا تھا کہ فاتح سپہ سالار نے اکڑفوں نہیں کی بلکہ فوری طور پر شہر کو خالی کیا جانے لگا۔ اہل سمرقند نے اس طرح انصاف کا بول بولا دیکھا تو خود ہی بڑی خوشی سے شہر کی چابیاں مسلمانوں کے حوالے کر دیں اور بڑے بڑے کاہنوں سمیت کثیر تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

کیا آج بھی مسلم ممالک میں اسی طرح انصاف کا بول بالا ہوتا ہے؟ یا آئی جی سطح کے پولیس افسر ہائیکورٹ کے جج کے سامنے معذرت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم آپ کے حکم پر عمل درآمد نہیں کر سکتے کیونکہ ہمیں صاحب بہادر کی طرف سے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ چیف جسٹس کو اپنے ہی ملک میں وکلاء اور ججوں کو خطاب کرنے دیں اور ہمیں یہ بھی اجازت نہیں ہے کہ ہم ان درندوں کو روکیں جو سرعام انسانیت کا قتل عام کر رہے ہوں۔ کیا یہ ظلم کم ہے کہ ملک میں مساجد و مدارس کو تالے لگائے جا رہے ہوں، نمازی اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر انکل سام کے حوالے کیا جا رہا ہو۔ مدارس پر بمباری کر کے (بقیہ: صفحہ پر)